کو بالکل بدل دیا۔ اس کے علاوہ ذاتی اور شخصی زندگی میں جنرل ضیاء الحق ایک کٹر مذہبی اور دیندار شخص ہیں، اس کا اعتراف ہر مخالف اور موافق بھی کرتا ہے، اس بناء پر عوام کے لیے جنرل ضیاء الحق کے حق میں ووٹ دینا ذرا دشوار نہ تھا، لیکن ہمیں اندیشہ ہے کہ ملک میں اب بھی استحکام پیدا نہیں ہوگا اور جو مخالف طاقتیں ہیں وہ اب بھی اپنا کام کرتی رہیں گی۔ اس کے حل کی صورت میں بجز اس کے اور کچھ نہیں ہے کہ آئندہ جنرل الیکشن جو مارچ ۱۹۸۵ء میں ہونے والے ہیں ان کو جمہوریت کے اصول پر کرایا جائے اور اس میں کسی قسم کی کوئی دھاندلی نہ دکھائی جائے۔

ہندوستان میں پارلیمنٹ کا الیکشن بڑے زور و شور سے ہوا اور اندرا کانگریس نے ۵۱۵ ممبروں کے ہاؤس میں ۴۰۰ سے اوپر نشستوں پر قبضہ کرکے پارلیمنٹ کے اب تک کا ریکارڈ توڑ دیا، اس کی وجہ یہ ہے کہ سوائے اندرا کانگریس کے مخالف پارٹیوں میں سے کوئی ایک آل انڈیا پارٹی بھی ایسی نہیں ہے جس پر عوام اعتماد کرسکیں۔ ان لوگوں کے سامنے نہ کوئی نصب العین ہے اور نہ ان لوگوں نے بے غرض خدمتِ ملک و قوم کا کوئی واضح ثبوت دیا ہے اور تھوڑا بہت ان پر رہا سہا جو اعتماد ہوسکتا تھا وہ جنتا دور کے قیام اور دو سال کے بعد ہی اس کے زوال سے ختم ہوگیا۔ اس کے بعد بھی ان لوگوں کو ہوش نہیں آیا اور ان میں آپس میں جو اختلافات تھے وہ برابر بڑھتے ہی رہے۔ اس کے علاوہ اندرا گاندھی کے نہایت سفاکانہ قتل نے ملک و قوم کی آنکھیں کھول دیں، وہ سمجھ گئے کہ انتشار پسند طاقتوں کی جڑیں کتنی گہری ہیں اور وہ ملک کی سالمیت کے لیے کس درجہ خطرناک ہیں، اس لیے انھوں نے پورے عزم و قوت سے فیصلہ کرلیا کہ ان انتشار پسند طاقتوں کو کچلنے کے لیے ضروری ہے کہ اندرا کانگریس کو زیادہ سے زیادہ مضبوط اور طاقتور بنایا جائے، چنانچہ یہی ہوا۔ راجیو گاندھی نے وزیر اعظم بننے

کے بعد سے اب تک جو کارنامے انجام دیے ہیں اور جو بیانات ان کے نکلے ہیں ان سے بہت کچھ توقعات پیدا ہوئی ہیں کہ وہ ایک کامیاب اور فعال وزیر اعظم ثابت ہوں گے جو باتیں کم کریں گے مگر کام زیادہ کریں گے۔ خدا کرے یہ توقع صحیح ثابت ہو۔

افسوس ہے خاکسار راقم الحروف کی طویل علالت کی وجہ سے جس کا آخری سبب یرقان ورمی ہے چند ماہ سے راقم برہان کی ادارت کے فرائض کما حقہٗ انجام نہیں دے سکا ہے۔ معالجوں کی سخت تاکید ہے کہ میں نوشت و خواند کا ہرگز کوئی کام نہ کروں اسی طرح چلنے پھرنے کی ممانعت بھی کردی گئی ہے۔ یہ میری بیماری تو خیر تھی ہی جو اللہ کے فضل وکرم سے روز بروز دور ہو رہی ہے اور صحت ترقی کر رہی ہے، ایک اور مصیبت یہ آپڑی کہ محترمہ بھابھی صاحبہ (یعنی اہلیہ محترمہ مولانا مفتی عتیق الرحمٰن صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ) جو کم وبیش گذشتہ ۱۸ برس سے مرضِ فالج سے صاحبِ فراش ہیں اب گذشتہ ڈیڑھ ماہ سے ان کی حالت سخت تشویشناک ہے جس کی وجہ سے پورا گھر بے حد پریشان ہے اور اس کی وجہ سے عزیزم میاں عمید الرحمٰن عثمانی کو موقعہ نہیں مل رہا ہے کہ وہ اپنے دفتری فرائض حسبِ معمول باقاعدگی کے ساتھ انجام دے سکیں۔ اس بنا پر برہان کی اشاعت وقت پر نہیں ہو سک رہی ہے۔

قارئینِ برہان سے درخواست ہے کہ وہ محترمہ بھابھی صاحبہ کے لیے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان کی حالت قابلِ اطمینان بنائے اور ان کو شفائے کاملہ حاصل ہو۔

خداپرستی اور مادیت کی جنگ

(مسلسل)

سید کاظم نقوی ریڈر شعبۂ دینیات شیعہ مسلم یونیورسٹی ، علی گڑھ

یہ اَن دیکھا خدا کیسا؟

خدا کے ماننے والوں کے خلاف کہ آخر آدمی کیسے ایسی ذات کے وجود کو مان لے جسے اپنے حواس کی طاقتوں میں سے کسی کے ذریعہ محسوس نہیں کیا ہے؟ خدا کو موجود کہنے والے یہ بھی کہتے ہیں کہ اس کے لیے جسم نہیں ہے، وہ کسی گھر میں نہیں رہتا، وہ کسی زمانے میں محدود نہیں ہے، اس کا کوئی انگ نہیں ہے۔ بتائیے کہ اس طرح کی نرالی اور انوکھی ذات کے تسلیم کرنے کا کیا طریقہ ہوسکتا ہے؟ ہم صرف ایسی چیزوں پر ایمان لاسکتے ہیں جنھیں اپنے احساس کی قوتوں کے ذریعہ محسوس کرسکیں۔ حقیقت یہ ہے کہ خدا پرست طبقہ جس چیز کو خدا کے نام سے مانتا اور یاد کرتا ہے وہ ان کے دماغوں سے باہر کوئی موجود نہیں ہے۔

مذکورہ بالا اعتراض نیا نہیں پرانا ہے۔ مدتیں گزر گئیں کہ وہ بحث وگفتگو کا مرکز بنا ہوا ہے۔ تاریخ بتاتی ہے کہ صدر اسلام میں یہی اعتراض ائمہؑ اہل بیتؑ کے سامنے کیا گیا اور انھوں نے اس کا جواب دیا، لیکن بیسویں صدی کے مادہ پرست

وہی بات لفظیات بدل کر یوں کہتے ہیں۔

"ہم بس ایسی چیز کے وجود کو مانتے ہیں جو سائنس کے ذریعہ ثابت ہو۔ مابعد الطبیعہ موجودات جیسے خدا، روح اور فرشتوں کا وجود سائنس نہیں بتاتا، ہم ہرگز کسی ایسی چیز ماننے کے لیے تیار نہیں ہیں جسے سائنس ثابت نہ کرسکے۔"

غالباً تعلیم یافتہ لوگ جانتے ہیں کہ آج کل کی اصطلاح میں "سائنس" کا لفظ "فلسفہ" کے مقابلہ میں بولا جاتا ہے۔ اس سے مراد وہ معلومات ہیں جن کا تعلق نیچرل موجودات کی ظاہری ساخت اور ان کے اثرات سے ہے۔ ان نیچرل علوم میں سے ہر ایک میں کسی ایک خاص چیز یا بہت سی چیزوں کے حالات کی بابت گفتگو کی جاتی ہے۔ لیکن "فلسفہ" یعنی ایسے ہمہ گیر عمومی اصول وقوانین کے بارے میں بحث وگفتگو جن کے دائرۂ حکومت میں اس دنیائے وجود کی تمام چیزیں یا کم ازکم اکثر وبیشتر چیزیں داخل ہیں۔ ان کے درمیان اسباب ونتائج ہونے کے لحاظ سے جو روابط اور تعلقات پائے جاتے ہیں ان کا نمایاں اور واضح کرنا سائنس کا کام ہے۔ خلاصہ یہ کہ فلسفہ اور سائنس کے درمیان دو حیثیتوں سے فرق ہے۔ ایک موضوع بحث کے عمومی اور ہمہ گیر ہونے کے لحاظ سے، دوسرے علت ومعلول کے جنبوں کی طرف توجہ کے لحاظ سے، مثلاً جسم انسانی اور اس کے اعضاء وجوارح کے کام کرنے کے ڈھنگ سے بحث ایک علمی بحث ہے، لیکن جانداروں کے قسموں کے اسباب سے بحث ایک فلسفی بحث سمجھی جائے گی۔

بہرحال مادہ پرست کہتے ہیں کہ نیچرل سائنس کے راستہ سے خدا اور غیر مادی دوسرے موجودات کے وجود کو نہیں ثابت کرسکے۔ دوسرے الفاظ میں یہ کہ آج کل کے علوم نے اپنی ارتقائی رفتار کے دوران میں بہت سے موجودات کو ہمارے لیے واضح اور نمایاں کردیا ہے لیکن اب تک وہ کسی ایسے موجود کو نہیں بتاسکے ہیں جو غیر مادی ہو۔ علمی نقطۂ نظر سے اس

قسم کی چیزوں کا موجود تسلیم کرنا غیر ممکن یا غیر علمی ہے۔

یہ اعتراض بھی کئی رخوں سے غلط ہے۔

وہی مرغے کی ایک ٹانگ!

مادہ پرستوں کے انکارِ خدا کے جو اسباب بیان کئے گئے وہ سب مذکورۂ بالا اعتراض میں جھلک رہے ہیں۔ سائنسدانوں کا علمی غرور، تمام حقیقتوں کو سائنس کے زیرِ حکومت واقتدار مان لینا، سائنس کے ترازو، مشاہدے اور تجربہ کے ذریعہ ہر چیز کا تولنا، سوچنے اور سمجھنے کے ذرائع کو مادی اسباب میں محدود قرار دیدینا، یہ تمام باتیں اس اعتراض کے پس منظر میں ہیں۔

مادہ پرست طبقہ کی بارگاہ میں ہماری عرض ہے کہ سرکار والا! سائنس کی کارگذاری کا دائرہ محدود ہے یا غیر محدود؟ ظاہر ہے کہ اس سوال کا جواب مثبت ہے، کیونکہ نیچرل سائنس کی قلمرو میں بس وہی محدود، مادی موجودات ہیں۔ اس بنا پر ایسی چیز مادی وسیلوں سے نہیں حاصل ہوسکتی جو غیر مادی اور غیر محدود ہو۔

بنیادی طور سے خدا اور دوسرے غیر مادی موجودات سائنس کے حدود سلطنت سے باہر ہیں۔ جو چیز مادے کے حدود سے خارج ہو اس کے متعلق یہ آرزو نہ کرنا چاہئے کہ وہ کبھی مادی ذرائع سے معلوم ہوگی جس طرح خود نیچرل زندگی کے مختلف شعبوں میں سے ہر ایک کے لیے مخصوص آلات اور وسائل ہیں۔ ایک علم کے آلات دوسرے علم سے متعلق اشیاء کی جانچ کے واسطے غیر مفید ہیں۔ مطالعاتِ فلکیہ، جانداروں کی جسمانی تشریح، جراثیم شناسی میں ہر ایک کے آلات دوسرے علم کے آلات سے مختلف ہیں۔

یہ ہمارے وسیع النظر سائنسدان ہرگز اجازت نہیں دیں گے کہ ایک ستارہ شناس ماہرِ فلکیات سے کہا جائے کہ فلاں بیماری کے جراثیم کو اپنے فلکیاتی آلات سے ثابت کرو۔ یونہی جراثیم شناسی کے شعبہ کے ماہر سے یہ فرمائش غیر معقول ہے کہ ستارۂ مشتری

کے چاندوں کا انکشاف اپنے جراثیم شناسی کے ذرائع سے کرو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان علوم میں سے ہر ایک اپنے شعبہ کی چیزوں کے متعلق اپنے وسائل و آلات سے تحقیق کرسکتا ہے، وہ اپنے دائرے سے باہر چیزوں کے بارے میں کسی قسم کا محققانہ اور ذمہ دارانہ اظہارِ خیال نہیں کرسکتا۔ اس بنا پر ہم کیونکر سائنس کو حق دیتے ہیں کہ وہ مادے اور اس کے حدود سے باہر چیزوں کی بابت کوئی فیصلہ کرے حالانکہ سائنس کے دائرۂ حکومت میں صرف نیچر اور اس کے اثرات وخصوصیات ہیں۔

ایک سائنسداں کو بس اتنا کہنے کا حق ہے کہ چونکہ یہ میرے دائرۂ تحقیقات سے باہر ہیں، چونکہ میں اپنے مخصوص ذرائع کی مدد سے ان کی بابت اطلاع نہیں حاصل کرسکتا لہذا میں سکوت کرتا ہوں۔ میں اس قسم کی چیزوں کا وجود نہ مان سکتا ہوں اور نہ ان کا انکار کرسکتا ہوں۔

فلسفۂ حسی کے موحدین میں ایک اہم شخصیت اگسٹ کمٹ (Auguste Comte) کی ہے۔ ان کی کتاب کا ترجمہ فارسی زبان میں "کلماتی درپیرامون فلسفۂ حسی" کے نام سے ہوگیا ہے۔ اس کتاب میں یہ منصفانہ عبارت نظر آتی ہے:

> چونکہ ہم موجودات کے آغاز و انجام سے بے خبر ہیں لہذا کسی مقدم یا موخر موجود کا انکار نہیں کرسکتے، جس طرح اسے ثابت نہیں مان سکتے، خلاصہ فلسفۂ حسی اپنی مطلق جہالت کی بنا پر ایسے موجودات کے متعلق اظہارِ خیال سے پرہیز کرتا ہے۔ یوں ہی فرعی علوم کو بھی چاہیے جو فلسفۂ حسی کی اساس ہیں کہ وہ موجودات کے آغاز و انجام کی بابت فیصلہ کرنے سے اجتناب کریں، یعنی ہم خدا کے وجود اور اس کے علم وحکمت کا انکار نہیں کرتے بلکہ نفی و اثبات کے درمیان

اپنی غیر جانبداری کو محفوظ رکھتے ہیں۔"

خدا پرست طبقہ کا بھی یہی مقصد ہے کہ نیچرل سائنس کی عینک سے غیر مادی عالم کا مشاہدہ نہیں کیا جا سکتا، وہ خدا جو مادی وسائل اور آلات کے ذریعہ ثابت ہو اصولاً خدا پرستوں کے نزدیک خدا ہی نہیں ہے کیونکہ مادی ذرائع جس چیز کو ثابت کریں وہ مادے اور اس کی خاصیتوں کے دائرے میں محدود ہوگی۔ بھلا وہ چیز جو خود مادی ہو وہ نیچر اور مادے کا خالق کیونکر بھی جا سکتی ہے؟

تمام دنیا کے خدا پرستوں کے عقائد کی بنیاد اسی پر ہے کہ خدا مادے اور مادیات سے بالکل منزہ اور مبرا ہے، کسی مادی ذریعہ سے اس کا ادراک نہیں کیا جا سکتا۔

اس بنا پر اس بات کا انتظار فضول ہے کہ ان ترقی یافتہ خوردبینوں اور دوربینوں کے ذریعہ کبھی زمین کی تہوں یا آسمان کی بلندیوں میں خدا کو دیکھا جا سکے گا۔

خدا کی نشانیاں

عام طور پر دنیا میں ہر چیز کے پہچاننے کا ذریعہ اس کی نشانیاں ہیں۔ ہم ہر موجود کو صرف اس کی نشانیوں کے ذریعہ پہچان سکتے ہیں، حتیٰ کہ وہ موجودات جنھیں ہم اپنی آنکھوں یا اپنے دوسرے حواس سے محسوس کر رہے ہیں، درحقیقت انھیں بھی ہم نے ان کے آثار کے ذریعہ پہچانا ہے، کیونکہ کوئی موجود بھی بذات خود ہمارے ذہن اور دماغ کے اندر نہیں آتا ہے، ہمارے دماغ کا ظرفِ موجودات بننا محال ہے۔

مثلاً اگر آپ کسی جسم کی موجودگی کا پتہ آنکھوں کے ذریعہ چلانا چاہتے ہیں تو سب سے پہلے نظر کو اس سمت کی طرف متوجہ کرتے ہیں جہاں اس کی موجودگی کا احتمال ہے۔ روشنی کی کرن اس جسم پر پڑتی ہے، پھر پتلی کے ذریعہ کچھ نورانی کرنیں ایک خاص نقطہ پر جھلکتی ہیں جس کا نام "شبکیہ" ہے۔ اس کے بعد ان کرنوں کو لے کر عصبہ کے سپرد کر دیتے ہیں اس طرح انسان اس جسم کا پتہ چلا لیتا ہے۔

کبھی کسی جسم کا پتہ آنکھوں کے بجائے ہاتھوں سے چلایا جاتا ہے۔ یہاں کھال کے سرے کے نیچے بچھے ہوئے پٹھے اس جسم سے متصل ہو جانے کی وجہ سے کچھ اطلاعات دماغ کو دیتے ہیں اور انسان اس جسم کا پتہ چلا لیتا ہے۔

ہر جسم کا پتہ اس کی نشانیوں سے یعنی رنگ، آواز اور چھونے کی قوت پر اس کے اثر انداز ہونے کے ذریعہ چلتا ہے۔ کسی وقت وہ جسم خود ہمارے دماغ میں نہیں سماتا۔ اگر اس کا کوئی رنگ نہ ہوتا، اس پر چوٹ پڑنے سے کوئی آواز اس سے نہ نکلتی، اس میں سختی، نرمی، گرمی، سردی نہ ہوتی یا ہمارے پٹھوں میں کوئی عیب اور نقص ہوتا تو کبھی ہم اس جسم کا پتہ نہیں چلا سکتے تھے۔

یہ بھی پیش نظر رہے کہ کسی موجود کے پہچاننے کے لیے بہت سی نشانیوں کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کا کوئی ایک اثر کافی ہے۔ مثلاً اگر ہم یہ جاننا چاہتے ہیں کہ دس ہزار سال پہلے زمین کے فلاں حصے میں لوگ آباد تھے یا نہیں؟ آباد تھے تو ان کے زندگی بسر کرنے کا کیا طریقہ تھا؟ ان کے رہنے سہنے کا کیا انداز تھا؟ اس مقصد کے لیے کبھی زمین کی تہوں سے کھدائی کر کے نکالا ہوا ایک زنگ خوردہ ہتھیار، ایک ٹوٹی چھوٹی صراحی کافی ہوتی ہے۔ اسی ایک چیز کو سامنے رکھ کر ماہرین وسیع تحقیقات شروع کر دیتے ہیں۔ اسی سے اس خطۂ زمین کے رہنے والوں کے حالات، طرزِ زندگی اور خیالات کا پتہ چلا لیا جاتا ہے۔

جبکہ ہر مادی اور غیر مادی موجود کی شناخت کا ذریعہ اس کی نشانیاں ہیں، جبکہ کسی موجود کے پہچاننے کے لیے اس کی ایک نشانی کافی ہے تو کیا یہ بے شمار موجوداتِ عالم جو حیرت انگیز اسرار و رموز کے مالک ہیں خدا کی معرفت کے واسطے کافی نہیں ہیں؟!

آپ کسی ایک موجود کی شناخت کے لیے ایک نشانی پر اکتفا کرتے ہیں۔ ایک مٹی کی صراحی ایک زنگ خوردہ ہتھیار کی مدد سے چند ہزار برس پہلے کی انسانی آبادی کے

Zaheer Hussain Library

حالات کا پتہ چلاتے ہیں۔ اس کے مقابلہ میں ہمارے پاس بے شمار موجودات، بے شمار نشانیاں، غیر معمولی نظام و ترتیب خدا کی معرفت کے واسطے ہے۔ کیا اس کے باوجود سائنسدانوں کا طبقہ خدا کا اقرار نہیں کرے گا؟ دنیا کے جس گوشہ پر نگاہ ڈالیے اس کے علم و قدرت کے آثار دکھائی دیتے ہیں۔ کیا پھر بھی نیچرل سائنس کے واقف کار یہی کہیں گے کہ ہم نے اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا، اپنے کانوں سے نہیں سنا، اپنے آپریشن کے چاقو کے نیچے یا مائیکروسکوپ کے ذریعہ نہیں مشاہدہ کیا۔ کیا ہر چیز کے وجود کو معلوم کرنے کے بس یہی وسائل ہیں؟

ہمیں کیا کیا دکھائی نہیں دیتا؟

خوش قسمتی سے سائنس نے اپنے ہاتھوں سے اپنی قبر کھودی ہے۔ خود اس نے ہمارے ہاتھوں میں ایسی چیزیں دیدی ہیں جو الحاد اور مادہ پرستی کے خیال کا قلع قمع کرنے کے لیے کافی ہیں۔

شاید اگلے زمانے میں ایک سائنسدان کہہ سکتا ہو کہ جو چیزیں ہمیں اپنے حواس کے ذریعہ معلوم نہ ہوں گی انہیں ہم نہیں مانیں گے، لیکن آج علوم کی ترقی نے ثابت کر دیا ہے کہ اس دنیا میں ناقابل احساس موجودات کی تعداد ان موجودات کی تعداد سے کہیں زیادہ ہے جو اب تک محسوس ہو چکے ہیں۔ اس عالم کے دل میں نہ جانے کتنے موجودات ہیں جن کا پتہ انسان احساس کی کسی طاقت کے ذریعہ نہیں چلا سکتا۔ ان کی بہ نسبت ایسے موجودات کی تعداد ایک صفر سے زیادہ نہیں ہے جنھیں معلوم کیا جا چکا ہے۔

نمونہ کے طور پر چند چیزیں آپ کے سامنے پیش کی جاتی ہیں:

۱۔ فزکس میں ہمیں بتایا گیا ہے کہ تمام رنگوں کا سرچشمہ سات رنگ ہیں۔ ان میں پہلا سرخ اور آخری ہلکا نیلا ہے۔ ان کے علاوہ ہزاروں رنگ ایسے ہیں جنھیں ہم محسوس نہیں کر سکتے۔ سائنسدانوں کا خیال ہے کہ ان میں بعض رنگوں کو ممکن ہے

جانور محسوس کر سکتے ہوں۔

اس حقیقت کی وجہ واضح ہے۔ رنگ ہمیشہ روشنی کی لہروں کے نتیجہ میں پیدا ہوتا ہے۔ سورج کی روشنی اور دوسرے نور گوناگوں رنگوں سے مل کر بنے ہیں۔ یہ نور گوناگوں رنگوں سے مل کر بنے ہیں۔ یہ نور جب کسی جسم پر پڑتا ہے تو وہ اس کے رنگ کے مختلف حصوں کو اپنے اندر جذب کر لیتا اور بعض کو واپس کر دیتا ہے، جسموں کے جن رنگوں کو ہم دیکھتے ہیں یہ درحقیقت جسم کے اوپر چمکنے والے نور کا واپس شدہ رنگ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اندھیرے میں کسی جسم کا کوئی رنگ نہیں ہے۔ اس کے ساتھ رنگوں کا اختلاف نور کی لہروں کی لرزش کے شدید اور خفیف ہونے کا نتیجہ ہے، یعنی اگر لرزش اتنی شدید ہو کہ اس کی تعداد ایک سیکنڈ میں ۴۵۸ ہزار کروڑ کے عدد تک پہونچ جائے تو اس نور کی کپکپاہٹ سے ہلکا اودا رنگ پیدا ہوتا ہے۔ روشنی کی تھرتھراہٹ کے ان دو عددوں سے زیادہ اور کم بے شمار عدد ہیں۔ ان سے بے شمار رنگوں کی بھی تشکیل ہوتی ہے جنھیں ہم نہیں دیکھ سکتے۔

۲۔ ہم روشنی کی صرف ان لہروں کو محسوس کرتے ہیں جن کی لرزشوں کی تعداد ۴۵۸ ہزار کروڑ سے ۷۲۷ ہزار کروڑ تک ہو۔ ان دو عددوں سے کم اور زیادہ جو لہریں اور لرزشیں فضا میں موجود ہیں وہ دکھائی دینے کے قابل نہیں ہیں۔

۳۔ ہر تعلیم یافتہ شخص جانتا اور مانتا ہے کہ مفید اور مضر جراثیم کی تعداد ہم انسانوں کی تعداد سے کہیں زیادہ ہے لیکن انھیں ہماری آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں۔ نہیں معلوم کہ اس دنیا میں ننھے منے کتنے جاندار موجود ہیں جن کا پتہ ابھی سائنس کو نہیں چل سکا ہے۔

۴۔ یقیناً دنیا کے تمام موجودات اور اجسام انہی ایٹموں کے اکٹھا ہونے سے تشکیل پائے ہیں، لیکن ہمیں نہ ایٹم کی عجیب و غریب شکل نظر آتی ہے، نہ اس کی وہ عظیم، غیر معمولی طاقت محسوس ہوتی ہے۔ نہ پروٹون کے گرد الیکٹران چکر لگاتے دکھائی

دیکھا ہے۔ یہ ایک ذرۂ غبار جو بمشکل ہماری آنکھوں کو نظر آتا ہے اسے لاکھوں ایٹموں نے مل کر بنایا ہے۔

گذشتہ زمانے میں جو فلاسفر ایٹم کے متعلق گفتگو کرتے تھے ان کی طویل بحثیں ایک خیال آرائی محسوس ہوتی تھیں اس کے باوجود کوئی شخص ان کے نظریات کا انکار نہیں کرتا تھا۔

۵۔ اکثر سائنسدان اقرار کرتے ہیں کہ ایتھر موجود ہے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ وہ ہرجگہ ہے۔ ہر چیز پر چھایا ہوا ہے۔ ان میں سے بعض اسے تمام موجودات کی اصل مانتے ہیں۔ انھوں نے تصریح کی ہے کہ وہ ایک بے وزن، بے رنگ، بے بُو شئ ہے۔ زمین اور تمام ستاروں میں وہ پھیلا ہوا ہے۔ ہر چیز کے اندر وہ گھسا ہوا ہے۔ کیا ہم خدا پرست ان لوگوں سے پوچھ سکتے ہیں کہ اگر واقعی ایتھر موجود ہے تو ہماری آنکھوں کو کیوں نظر نہیں آتا؟

۶۔ ظاہر ہے کہ ہر شخص کو ہر طرف سے ہوا گھیرے ہوئے ہے، آدمی ہر وقت ہوا کے ایک خول میں زندگی بسر کرتا ہے۔ اتفاق سے یہ ہوا انتہائی بھاری چیز ہے ہر آدمی کے جسم پر ہر طرف سونے اور جاگنے کے عالم میں سولہ ہزار کلوگرام کا دباؤ اس ہوا کی وجہ سے پڑتا رہتا ہے۔ البتہ چونکہ یہ دباؤ آدمی کے بدن کے اندرونی دباؤ کی وجہ سے بے اثر ہو جاتا ہے اس لیے انسان کوئی تکلیف نہیں محسوس کرتا۔ کیا کوئی شخص یہ خیال کرتا ہے کہ ہوا بھی وزن رکھتی ہے۔ کیا ہمارے حواس اس بوجھ کو محسوس کرتے ہیں؟

۷۔ یہ ہماری قیام گاہ، کرۂ زمین مختلف طرح کی حرکتوں کا مالک ہے۔ ان میں سے ایک اس کی سطح کا عجیب و غریب جزر و مد ہے۔ لوگوں کو یہ سن کر حیرت ہوگی کہ سطح زمین ہمارے پیروں کے نیچے روزانہ دو مرتبہ تیس سینٹی میٹر ابھرتی اور دبتی ہے۔ کیا

کبھی کسی نے زمین کا یہ دبنا اور ابھرنا محسوس کیا ؟ کیا اس جزر و مد کی موجودگی کا کوئی نشانی بتاتی ہے ؟!

معلوم ہوا کہ کسی چیز کے محسوس نہ ہونے کو اس کے معدوم ہونے کی دلیل نہیں قرار دیا جا سکتا۔ ایسے غیر محسوس اور بہت ہیں جن سے ہماری دنیا بھری ہوئی ہے اور ہمارے حواس ان کا پتہ نہیں چلا سکتے ہیں۔

ایٹم اور جراثیم کے انکشاف سے پہلے کسی کو حق نہیں تھا کہ ان کے وجود سے انکار کرے۔ یونہی ممکن ہے کہ بہت سے موجودات ہماری آنکھوں سے اوجھل ہوں۔ اب تک انسانی علم نے ان کا انکشاف نہ کیا ہو، بعد میں ان کے چہرے سے نقاب ہو سکے۔ ہمارا ضمیر کبھی اجازت نہیں دیتا کہ ان کے ہونے یا نہ ہونے کے متعلق ہم فیصلہ کریں جبکہ ہمارا علم محدود ہے، جبکہ ہمارے حواس ان کا پتہ چلانے سے عاجز ہیں، جبکہ ہمارے حس کی قلمرو بہت تنگ ہے، جبکہ ہماری اطلاع کے ذرائع بہت محدود ہیں ہمیں دنیائے وجود کو ان کے دائرے میں محدود کرنے کا حق نہیں ہے۔

مناسب ہے کہ یہاں اس بات کی تائید کے لیے "کیمیل فلیماریَن" کی ایک عبارت قارئین کرام کے سامنے پیش کر دی جائے۔ وہ لکھتے ہیں:

"لوگ جہالت اور نادانی کی وادی میں زندگی بسر کرتے ہیں۔ وہ نہیں جانتے کہ انسان کی یہ جسمانی ترکیب اسے بعض حقیقتیں نہیں بتا سکتی۔ یہ حواس بیچارے آدمی کو ہر چیز کے متعلق دھوکا دیتے ہیں۔ وہ اکیلی چیز جو انسان کو حقیقتوں تک پہنچاتی ہے عقل و فکر اور باریک بینی ہے۔"

اس کے بعد "کیمیل فلیماریَن" نے ان امور کو شمار کرنا شروع کیا ہے جن کا پتہ چلانے سے حواس عاجز ہیں۔ پھر حواس کے محدود ہونے کو ثابت کر کے لکھتے ہیں:

"نتیجہ یہ نکلا کہ عقل اور آجکل کے علوم کا یہ یقینی فیصلہ ہے کہ ہوا، ذرات کی حرکت